© rasailojaraid.com

کے ان میں سے کسی کے مانند پہنتا نہ تھا۔ پس جب خدا میدان میں گھاس کو جو آج ہے اور کل تنور میں جھونکی جائے گی ایسی پوشاک پہناتا ہے تو اے کم اعتقاد تم کو کیوں نہیں پہنائے گا۔ اس لیے فکرمند نہ ہو کہ ہم کیا کھائیں گے اور کیا پئیں گے یا کیا پہنیں گے۔ کل کے لیے فکر نہ کرو۔ کل کا دن اپنی فکر آپ کرے گا۔ آج کے لیے آج کا دکھ کافی ہے"۔

معلوم ہوا کہ اللہ کے راستے میں ان لوگوں کے لیے قدم تیز تر رکھنا مشکل ہوتا ہے جو حساب لگا لگا کر مستقبل کے امکانات کا جائزہ لیتے رہیں اور جب تک انہیں تحفظِ جان و مال کی مؤثر ضمانتیں نہ مل جائیں، ان کے لیے قدم اٹھانا اور آگے بڑھنا دوبھر ہو جاتے انقلابی کام تو ہمیشہ انہی لوگوں نے سرانجام دیے ہیں جو سر ہتھیلی پہ لے کر اٹھ کھڑے ہوں اور اللہ کے دین کی سربلندی کے لیے ہر بازی کھیل جائیں۔ ایسے ہی لوگ اللہ کا کلمہ بلند کر سکتے ہیں۔

اس میدان میں حضورؐ اکرم کی برپا کردہ اسلامی تحریک کے کارکنوں نے حیرت ناک قربانیاں دیں اور ثابت کیا کہ وہ مال و دولت ان کے لیے واقعی ہاتھوں کے میل اور راستے کی گرد کے مانند تھا۔ اس لیے کہ وہ اللہ اور اس کے رسولؐ کی تعلیمات کے سانچے میں پورے پورے ڈھلے ہوئے تھے اور انہیں معلوم تھا کہ اللہ اور اس کے رسولؐ کی اس معاملے میں کیا ہدایات ہیں۔

فرمایا گیا

ترجمہ "دردناک خوشخبری سنا دو ان لوگوں کے لیے جو سونے اور چاندی جمع کر کے رکھتے ہیں۔ اور انہیں خدا کی راہ میں خرچ نہیں کرتے۔ ایک دن آئے گا کہ اس سونے چاندی پر جہنم کی آگ دہکائی جائے گی۔ اور پھر اس سے ان لوگوں کی پیشانیوں اور پیٹھوں کو داغا جائے گا۔ یہ ہے وہ خزانہ جو تم نے اپنے لیے جمع کیا تھا۔ لو اب اپنی ہی سمیٹی ہوئی دولت کا مزہ چکھو"۔

(توبہ ــــ ۳۵)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حضور اکرمؐ نے فرمایا اور حضرت اسماءؓ نے بیان کیا کہ:

"حضورؐ نے مجھ سے فرمایا خرچ کیا کرو اور شمار نہ کیا کرو کہ اللہ تعالیٰ تم پر شمار کرے اور بند نہ رکھن کرو کہ اللہ تعالیٰ تم پر بند رکھے حسبِ استطاعت خرچ کیا کرو۔" متفق علیہ

"یا رسول اللہ مجھے آپ سے محبت ہے" ایک دفعہ ایک صحابیؓ نے حضورؐ کی خدمت میں عرض کیا۔

"دیکھ کیا کہتا ہے" حضورؐ نے تنبیہہً ارشاد فرمایا۔

انہوں نے پھر دہرایا اور حضورؐ نے بھی یہی جواب دیا۔ تین بار دہرانے کے بعد حضورؐ نے فرمایا:

"اچھا تم اپنی بات میں سچے ہو تو فقر کے اوڑھنے بچھونے کے لیے تیار ہو جاؤ اس لیے کہ مجھ سے محبت رکھنے والوں کی طرف فقر ایسے دوڑتا ہے جیسے پانی ڈھلوان کی طرف آتا ہے۔"

جب رومیوں کے حملے کی خبر مدینہ پہنچی اور حضورؐ نے مقابلے کا فیصلہ فرمایا تو فوجی تیاری کے لیے لوگوں نے بڑھ چڑھ کر مالی ایثار کیا۔ حضرت عثمانؓ نے اپنے تجارتی قافلے کے دوسو اونٹ مال و اسباب سے لدے ہوئے اور مزید دو سو قنطار سونا اسلامی تحریک کو دیا۔ چنانچہ اس پر حضورؐ نے فرمایا۔ آج کے دن کے بعد عثمان خواہ کچھ ہی کرے لیکن کوئی عمل اُسے نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ ایسا ہی نقشہ ہمیں تحریک مجاہدین سے وابستہ لوگوں میں نظر آتا ہے۔ لوگوں نے تحریک کے لیے جائیدادیں ضبط کرائیں اور جائیدادیں فروخت کر کرکے تحریک کو تقویت پہنچائی اور سب کچھ بیچ کر تحریک کے قافلہ جہاد میں فقیر بن کر شریک ہو گئے۔

(باقی)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

محترم صدرِ مملکت کے نام کھلا خط

جناب ڈاکٹر وسیم اختر صاحب

محترمی و مکرمی جناب غلام اسحٰق صاحب صدر مملکت اسلامی جمہوریہ پاکستان

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

جناب عالی!

میں آپ کی خدمت میں چند معروضات پیش کرنے کی جسارت کر رہا ہوں۔

میں نے بیس سال امریکہ میں رہ کر اس کے معاشرہ اور مغربی تہذیب کو بہت قریب سے دیکھا ہے۔ "اعلیٰ تعلیم" حاصل کرنے کے بعد اپنے بچوں کی خاطر ان کو اسلامی تہذیب کی اقدار سے روشناس کراتے اور ایک بہتر ماحول کی تلاش میں امریکہ کی تمام آسائشوں اور مالی منفعت سے بھرپور ملازمت چھوڑ کر چار سال سے پاکستان میں مستقل طور پر رہائش پذیر ہو گیا ہوں۔ خیال تھا کہ اس طرح میں اپنے بچوں کو مغربی تہذیب کے بیمار پہلوؤں سے جس کا پرچار وہاں پر ابلاغ عامہ (MASS MEDIA) یعنی ریڈیو، ٹی وی اور رسالوں وغیرہ کے ذریعے سے بھرپور انداز سے کیا جاتا ہے، بچا سکوں گا۔ مگر تعجب اور افسوس میں نے پاکستان آکر تقریباً وہی کچھ پایا اور دیکھا جس سے بچ کر میں امریکہ سے بھاگا تھا۔

آپ کے اور دوسرے اربابِ اقتدار اور اصحابِ اختیار حضرات کی خواہشات و خیالات اکثر و بیشتر اخبارات اور ٹی وی کے ذریعے ہمارے سامنے آتے رہتے ہیں جس

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

میں بچوں میں اسلامی اقدار پیدا کرنے، انہیں نیک اور صالح شہری بنانے کی ضرورت پہ بہت زور دیا جاتا ہے مگر افسوس عملی طور پہ کوئی قدم ابھی تک نہیں اٹھایا گیا، بلکہ اس کے برخلاف بچوں میں رہی سہی اسلامی اور مشرقی اقدار ختم کرنے کا عملی مظاہرہ ہو رہا ہے۔ میرا اشارہ ایک سال سے زائد عرصے سے شروع ہونے والی CNN اور PTN کی نشریات کی طرف ہے جس کے متعلق اخبارات میں لوگوں کے احتجاج اکثر و بیشتر سامنے آتے رہتے ہیں۔

ہماری اسلامی اور عوامی حکومت نے چوبیس گھنٹے مسلسل CNN اور PTN کی نشریات درآمد شدہ مغربی ڈرامے، فلمیں، انٹرویوز، یک طرفہ تعصب زدہ خبروں وغیرہ کے ذریعے سے اسلامی اقدار کی پامالی اور مغربی تہذیب کے بیمار پہلوؤں کے زہر کو موجودہ اور آنے والی نسلوں میں سرایت کرنے کا جو نظام ہمارے پہ مسلط کیا ہے اس کی جتنی مذمت کی جائے کم ہے۔ بجائے اس کے کہ پچھلی حکومت جس کو آپ نے ۶ اگست ۱۹۹۰ء کو برطرف کیا تھا، اس کی اس کارروائی کو ختم کیا جاتا، مزید بڑے شہروں میں پھیلایا جا رہا ہے۔ مثلاً ابھی حال میں لاہور میں بھی یہ نشریات شروع ہو گئی ہیں۔ اور تیسرے چینل کو بھی درآمد کرنے کی زور شور سے تیاریاں ہو رہی ہیں۔

آخر یہ تضاد کیوں؟؟

ایک طرف حکومت کی طرف سے اسلامی اقدار قائم کرنے کی لمبی چوڑی باتیں کی جاتی ہیں۔ پروگرام بنائے جاتے ہیں، کمیٹیاں اور کمیشن قائم کیے جاتے ہیں، شریعت بل پاس کیے جاتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ اور دوسری طرف ابلاغ عامہ خاص طور سے T.V کی نشریات کے ذریعے سے درآمد شدہ واہیات اور خرافات، مار دھاڑ سے بھرپور، غیر اخلاقی اور غیر اسلامی پروگرام براہ راست نشر کیے جا رہے ہیں جن کو خود مغرب میں وہاں کے ذی شعور دانشور اور سمجھدار طبقہ دیکھنا اور اپنے بچوں کو دکھانا پسند نہیں کرتا۔ مثلاً حال ہی میں امریکی اٹارنی جنرل ایڈون میز (EDWIN MEESE) نے ۱۱ ممبران کے "کمیشن برائے فحاشی" کی تیار کردہ رپورٹ میں جنسی تشدد، مار دھاڑ،

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اخلاق سوز واقعات، قتل و غارت گری کے موضوع پر تیار کیے جانے والے پروگراموں مثلاً فلمیں، ڈرامے وغیرہ اور رسالے جن کی تشہیر بڑے پیمانے پر ابلاغِ عامہ کے ذریعہ مغرب میں کی جاتی ہے نئی نسل کی اقدار پر پڑنے والے ان کے اثرات کا ذکر کیا ہے۔ اس کے علاوہ پچھلے ماہ نیوٹن مینو (NEWTON MINO) جو ۳۰ سال پہلے صدر کینیڈی کے زمانے میں "فیڈرل کمیونیکیشن کمیشن" کے چیئرمین رہ چکے ہیں اور حال ہی میں امریکہ کے مشہور T.V اسٹیشن سی بی ایس کے آٹھ سال ڈائریکٹر رہ کر ریٹائر ہوئے ہیں۔ امریکی T.V پر تقریر کرتے ہوئے اسے VAST WASTE LAND "وسیع بے کار و گندی زمین" سے تعبیر کیا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ:

"میں ۱۹۶۱ء میں پریشان ہوا کرتا تھا کہ میرے بچے امریکی T.V سے کوئی خاص فائدہ نہیں اٹھا سکتے اور اب ۱۹۹۱ء میں مجھے یہ پریشانی لاحق ہو گئی ہے کہ میرے بچوں کی اولاد بھی اس T.V سے کتنا نقصان اٹھا رہی ہیں"۔ مینو صاحب نے اعداد و شمار پیش کرتے ہوئے بتایا کہ "امریکہ میں جب بچہ ۱۸ سال کی عمر تک پہنچ جاتا ہے وہ امریکی T.V پر تقریباً ۲۵ ہزار مرتبہ قتل و غارت، زنا بالجبر کے مناظر دیکھ لیتا ہے"۔

یہ تھے مغرب کے معروف دانشوروں کے خیالات اپنے ابلاغ عامہ کے بارے میں۔ مجھے ان مغرب کے دانشوروں کا حوالہ دینے کی اس لیے ضرورت محسوس ہوئی کہ ہمارے معاشرے میں با اختیار مغرب زدہ حضرات نے ان کے اقوال ہمیں اپنے اللہ اور اس کے رسولؐ کے احکامات سے زیادہ معتبر باور کرائے ہیں۔

مغرب کی اس "وسیع بے کار و گندی زمین" کو ہماری اسلامی حکومت نے ہمارے نوجوانوں پر "بہت کچھ" سیکھنے کے لیے مسلط کر دیا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ ہمارے یہ با اختیار دانشوران اس "وسیع گندگی" کے نوجوانوں پر اثر انداز ہونے کا صحیح تجزیہ نہ کر سکے ہوں مگر میں یہ سمجھنے سے قاصر ہوں کہ ہمارا ملک جو ترقی پذیر ہے اور کھربوں روپوں کا قرضدار ہے۔ ایک سے زائد T.V. CHANNEL اور وہ بھی درآمد شدہ رکھنے کا کس

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

طرح متحمل ہو سکتا ہے۔ ہمارے ملک میں بجلی کی کتنی کمی ہے۔ یہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں۔ آئے دن کی لوڈ شیڈنگ اس بات کی گواہ ہے۔ ہماری یہ توانائی ہماری ان صنعتوں کے لیے کتنی اہم ہے جو آئے دن لوڈ شیڈنگ کی وجہ سے ناکارہ ہوئی جا رہی ہیں۔ اور ادھر خود بجا طور پر ہماری حکومت "توانائی بچاؤ"، "بجلی کم خرچ کرو" جیسے اعلانات کرتی رہتی ہے، مگر دوسری طرف ہماری حکومت ایک لاکھ بیس ہزار ڈالر سالانہ (جنگ اخبار کی خبر) زرمبادلہ سے خریدی ہوئی اس مغرب کی "وسیع گندگی" کو ٹی وی پر دکھا کر عوام کو چوبیس گھنٹے بجلی ضائع کرنے پر مجبور کرتی رہتی ہے۔

ایک طرف ہماری حکومت "خود کفالت"، "سادگی اپناؤ" جیسے بڑے بڑے نعرے بلند کر رہی ہے اور دوسری طرف مغرب کی "وسیع گندگی" کے ذریعے آرائش و جدید فیشن سے بھرپور لباس، گھر وغیرہ دکھا کر ہمارے غریب عوام کو نہ صرف احساس کمتری میں مبتلا کرنے کی کوشش کر رہی ہے، بلکہ انہیں ایسی اشیاء خریدنے پر اکسا رہی ہے جو وہ خود انہیں نہیں دے سکتی۔ اس طرح انہیں پرتعیش غیر ملکی مصنوعات (CONSUNERS) کا صارف بنانے کی کوشش کر رہی ہے اور نفسیاتی طور سے مشرقی اور اسلامی تہذیب اور معیارِ زندگی سے رفتہ رفتہ اکتاہٹ اور نفرت پیدا کرنے کی شعوری اور غیر شعوری کوشش کر رہی ہے۔

آخر یہ سب کیوں؟؟ یہ تضاد کس لیے؟؟ یہ سب کچھ ہو رہا ہے؟ کیوں ہو رہا ہے؟ کس کے اشارے پر کیا جا رہا ہے؟ میں بحیثیت مسلمان اور پاکستانی ہونے کے ناطے آپ سے اور اپنی حکومت سے پوچھنے کا حق رکھتا ہوں اور معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ ہم کس طرح سے اپنے بچوں میں اسلامی اقدار پیدا کریں اور جو کچھ ہم والدین اسلامی اقدار اپنی اولاد میں اپنی ذاتی کاوشوں سے پیدا کرتے ہیں کس طرح انہیں قائم رکھنے کی کوشش کریں جب کہ ہماری اسلامی حکومت ان اسلامی اقدار کو چھیننے کی اور ختم کرنے کی کوشش کر رہی ہے۔

اب میں آپ کی توجہ اپنے تعلیمی نظام کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں، چونکہ یہ بھی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اسلامی اقدار کے فروغ کا ایک اہم ذریعہ ہے۔ اس نظام کی فرسودگی کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں۔ اس سلسلے میں ہماری سابقہ حکومتیں اور موجودہ حکومت کئی کمیشن بٹھا چکی ہے مگر افسوس کہ وہ اب تک لارڈ میکالے کے ۱۸۳۵ء کے فرسودہ تعلیمی نظام میں کوئی تبدیلی نہ لاسکے، بلکہ اسے نت نئے روپ دے کر مزید مستحکم کیا جا رہا ہے جس کی وجہ سے تعلیمی حالات بد سے بدتر ہوتے جارہے ہیں۔ اس کا مظاہرہ خاص طور سے ہمارے بڑے بڑے شہروں میں کافی ہو رہا ہے۔ حکومت کے زیر سایہ چلنے والے پبلک اور کرسچن سینٹس (SAINTS) کے ناموں سے نام نہاد انگریزی میڈیم پرائیویٹ اسکولوں کی ناکامی کا حشر سامنے ہے۔ اب حالت یہ ہوگئی ہے کہ کرسچن گرجا گھروں کی نگرانی میں پادریوں اور ننوں کے ذریعے چلنے والے اسکولوں میں ہمارے "مسلمان" والدین اپنے بچوں کو پڑھانے کے لیے نہ صرف بڑی بڑی فیسیں ادا کرتے ہیں بلکہ داخلہ لیتے وقت بھی بڑے بڑے عطیات (DONATIONS) گرجا گھروں اور عیسائیت کے فروغ کے لیے دینے کے لیے تیار رہتے ہیں۔

تعلیمی نظام کی ناکامی کو تسلیم کرتے ہوئے ہماری موجودہ حکومت نے یہ کارنامہ انجام دیا ہے کہ پاکستان میں پرائمری تعلیمی نظام کو ٹھیک کرنے کا ٹھیکہ ورلڈ بینک کے قرض پر نام نہاد "امریکی ماہرین" کو دے دیا گیا ہے یا دیا جارہا ہے (جنگ اخبار اور ڈان کی خبر)، گویا ہماری حکومت یہ تسلیم کرچکی ہے کہ چالیس سال میں ہمارے تعلیمی نظام اتنے بھی ماہرین پیدا نہیں کرسکے جو یہ کام خود کرسکتے تھے۔ افسوس اس بات کا ہے کہ یہ ماہرین اس ملک سے تعلق رکھتے ہیں جہاں پر خود پرائمری اور سیکنڈری تعلیمی نظام مکمل طور سے ناکام ہوچکا ہے۔ میں خود اس کا چشم دید گواہ ہوں۔ میں اپنے امریکی تجربے سے یہ بات وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ جس طرح سے لارڈ میکالے کے تعلیمی نظام نے مغرب کے دلدادہ "بابو" اور "کلرک" پیدا کیے تھے، اسی طرح ان ماہرین کا قائم کردہ نظام انھی جیسی شخصیتیں پیدا کرے گا۔ مغربی صنعتوں کی مصنوعات بیچنے والے انگریزی بولنے سیلزمین اور مینجر تو پیدا ہوجائیں گے، مگر ایسے مسلمان متقی ماہرین ہر شعبے کے لیے پیدا

© rasailojaraid.com